الحمدللہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

یہ شعر آپ ہی کو خوب جچتا ہے۔ طرفہ یہ کہ اگرچہ یہ شعر آپ کی نعت کا مقطع ہے لیکن شعر آپ کا نہیں (تفصیل فقیر نے شرح حدائق بخشش میں لکھ دی ہے) پھر یہ مبالغہ بھی نہیں حقیقت ہے اس لئے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ ہر فن میں قلم کے بادشاہ ہیں کہ جس موضوع سے بحث کی تو گویا خود موضوع بول پڑتا ہے کہ۔

حق یہ ہے کہ حق ادا کردیا

احادیثِ موضوعہ کا چونکہ فنِ حدیث سے تعلق ہے اور اعلیٰ حضرت الحمدللہ فنِ حدیث کے بھی امام ہیں، فقیر نے ''علم الحدیث اور امام احمد رضا'' میں آپ کے فنِ حدیث میں تبحر کے دلائل دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ فنِ احادیث میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر المحدثین کہا جاتا ہے لیکن آج امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ممدوح کی حدیث دانی کی مہارت و حذاقت کو ملاحظہ فرماتے تو فرحت وسرور کے انداز میں فرماتے:

''یا احمد رضا انت امام المحدثین فی عصر حاضر''

یعنی اے احمد رضا تم اپنے وقت کے امام المحدثین ہو

چونکہ دورِ حاضر میں جہال مقررین کی بہتات ہے کہ جو منہ میں آیا کہہ دیا، دوسری طرف غیر مقلدین اور بعض دیوبندی اکثر احادیث کو موضوع کہنے کے عادی بن گئے ہیں، فقیر نے چاہا کہ ہر دونوں کو افراط وتفریط سے نکال کر جادۂ استقامت پر لا کھڑا کروں۔ تو بجائے علیحدہ مستقل تصنیف تیار کرنے کے مرشد اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی تصانیف سے ایک مجموعہ پیش کردوں جو یکجا ''رد بدعات وامام احمد رضا'' میں ہے وہاں بقدر ضرورت ہے فقیر اضافہ یا حاشیہ عرض کرتا چلا جائے گا۔

قبل اس کے فقیر امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی بیان کردہ احادیثِ موضوعہ عرض کرے مناسب سمجھتا ہے کہ حدیثِ موضوع کی ضروری باتیں بطورِ مقدمہ لکھ دوں تاکہ نہ صرف امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کی بیان کردہ روایات کے لئے مفید ہوں بلکہ اس فن کے ہر قاری کو فائدہ بخشے۔

لغت میں موضوع بمعنی من گھڑت شے کہ جس کی کوئی بنیاد نہ ہو اور اصطلاحِ محدثین میں راوی پر حدیثِ نبوی ﷺ کے سلسلہ میں جھوٹ کا الزام ہو تو اس کی روایت کی ہوئی حدیث موضوع کہلاتی ہے۔ خواہ حدیث میں عمداً کذب بیانی کا الزام عمر

*(شیخ الحدیث التفسیر دارالعلوم اویسیہ رضویہ، بہاولپور) بشکریہ ''رفیق علم'' سالانہ مجلہ دارالعلوم امجدیہ، کراچی

بھر میں صرف ایک دفعہ ہی ہوا ہو، پس ایسی حدیث جس میں یہ تنہا ہو موضوع ہی سمجھی جائے گی اگرچہ وہ تائب بھی ہو گیا ہو، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ موضوع (بناوٹی) ہونے کا فیصلہ بطریق گمان ہوتا ہے اور کبھی وضع کرنے والے کے اقرار سے ہوتا ہے۔ لیکن یاد رکھیئے کہ جیسے من گھڑت (موضوع) حدیث بیان کرنا گناہ ہے ایسے ہی صحیح یا کم از کم ضعیف کو بھی موضوع کہہ دینا جرمِ عظیم ہے۔ اسی لئے اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ خوانخواہ تحقیق شدہ کی روایت کو موضوع کہہ کر اس پر عمل یا عقیدے سے باز رہا یا دوسروں کو باز رکھا تو کل قیامت میں منکرین حدیث کے زمرے میں اٹھنا پڑے گا۔ فقیر چند قواعد لکھ دیتا ہے کوئی کسی حدیث کو موضوع قرار دے تو ان قواعد کو مدنظر رکھ کر اس کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ کیا جا سکے اور عام قاری اس سے دھوکہ نہ کھا سکیں:

صاحب روح البیان کا نکتہ دربارئہ احادیث موضوعہ:۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فقیر کو ان احادیث مبارکہ کے متعلق تقریر ذیل الہام ہوا کہ احادیثِ مذکورہ عنداللہ یا تو صحیح ہوں تو پھر ان پر عمل کرنے میں ثواب ہی ثواب ہے اگر ضعیف ہیں تب بھی ان پر عمل کرنے میں حرج نہیں اس لئے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ '' ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب والترھیب '' فقط، کمافی الاذکار للنووی وانسان العیون لعلی بن برھان الحلبی والاسرار المحمدیہ لابن فخر الدین الرومی وغیرھا۔ اور اگر وہ موضوع ہیں اور اعمال سے متعلق ہیں (مثلاً تلاوت قرآن کے فضائل) تو اس پر نیک نیتی سے عمل کر لیا جائے تو ثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔

قاعدہ:

بہت سی روایت پر عام محدثین کا اتفاق ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے حالانکہ درحقیقت وہ حدیث صحیح نہیں ہوتی ان کی کسی روایت کی صحت پر اتفاق کر لینے سے وہ حدیث صحیح نہیں بن جاتی اس لئے کہ انسان خطاء و نسیان سے مرکب ہے اس روایت و دیگر جمیع احوال کا صحیح علم اللہ عزوجل کو ہوتا ہے۔

علامت احادیث موضوعہ:

(۱) تاریخ مشہور کے خلاف روایت ہو، مثلاً یہ کہا جائے ابنِ مسعود نے غزوۂ صفین میں ایسے کیا، یہ غلط اس لئے ہے کہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں وصال فرما چکے تھے۔ مندرج ذیل بھی اسی قسم سے ہے۔

در جمل چوں معاویہ بگریخت
خون خلقے بے بہا بیہدہ ریخت

''جنگِ جمل میں جب حضرت معاویہ بھاگ گئے تو بہت سی مخلوق کا خون بے کار بہا'' اس قسم کی من گھڑت حدیثیں ادنیٰ تامل اور ذرا سی تاریخی جستجو سے پہچانی جا سکتی ہیں۔

(۲) راوی رافضی ہو اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حدیث بیان کرے، یا ناصبی ہو اور اہل بیت پر طعن کے سلسلے میں حدیث روایت کرے اسی طرح اور مثالیں ہیں لیکن یہاں یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ اگر راوی روایت میں منفرد ہے تو اس حدیث کی معقول توجیہ اور تاویل پر غور کرنا چاہیے۔

(۳) راوی ایسی بات روایت کرے جس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مکلف پر فرض ہو اور وہ روایت میں منفرد ہو تو یہ حدیث کے جعلی اور راوی کے جھوٹے ہونے کا بڑا قرینہ ہے۔

(۴) وقت اور حالت ہی راوی کے جھوٹا ہونے کا قرینہ ہو، جیسے غیاث بن میمونہ کا واقعہ ہے کہ وہ مہدی خلیفہ عباسی کی مجلس میں حاضر ہوا اور وہ اس وقت کبوتر اڑانے میں مشغول تھا اس نے یہ دیکھ

کرفوراً یہ حدیث بیان کی:

سبق اِلافی خُفِ اَو حَافِرٍ اَو جَنَاحٍ

یعنی: بازی جائز نہیں مگر اونٹ، تیتر گھوڑے اور پرندہ میں اس نے محض مہدی کی خوشامد میں ''جناح'' کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا۔

(۵) روایت عقل و شرع کے مقتضی کے خلاف ہو اور قواعد شرعیہ اس کی تکذیب کریں جیسے قضائے عمری یا اس جیسی باتیں یا جیسے روایت کرتے ہیں کہ:

لاتاکلو البطیخ حتیٰ تذبحوھا

جب تک خربوزے کو تراش نہ لو، نہ کھاؤ

(۶) حدیث میں ایسا حسی واقعی قصہ مذکور ہو کہ اگر فی الواقع وہ پایا جاتا تو ہزاروں آدمی اس کو نقل کرتے، مثال کے طور پر ایک شخص روایت کرتا ہے کہ آج بروز جمعہ خطیب کو برسرِ منبر قتل کر ڈالا اور اس کی کھال کھینچ لی اور اس واقعہ کا راوی اس روایت میں منفرد اور تنہا ہے اور دوسرا کوئی راوی نہیں۔

(۷) لفظ اور معنی کا رکیک ہونا مثلاً ایسے لفظ سے روایت کرے جو بلحاظ قواعدِ عربیہ درست نہ ہو یا اس کے معنی رسالت اور وقارِ نبوت کے مناسب نہ ہو۔

(۸) صغیرہ گناہ میں ڈرانے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہو، یا تھوڑے سے عمل پر حد سے زیادہ ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہو، جیسا کہ کہا گیا ہے:

من صلّٰی رکعتین فلهٗ سبعون الف دارٍ وفی کل دار سبعون الف بیت وفی کل بیت سبعون الف سریر وعلیٰ کل سریر سبعون الف جاریة

''جس نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے لئے ستر (۷۰) ہزار مکان ہیں اور ہر مکان میں ستر (۷۰) ہزار کمرے اور ہر کمرے میں ستر (۷۰) ہزار تخت ہیں اور ہر تخت پر ستر (۷۰) ہزار لونڈیاں ہیں

اس قسم کی اکثر حدیثیں خواہ ثواب کے متعلق ہوں یا عذاب کے انہیں جعلی اور موضوع سمجھنا چاہیے۔

(۹) ذرا سے عمل اور معمولی سے کام پر حج وعمرہ کا ثواب کی امید دلانا۔

(۱۰) خیر کے کام کرنے والوں کو یہ خوشخبری دینا اور ان سے یہ وعدہ کرنا کہ انہیں انبیاء علیہم السلام کا سا ثواب ملے گا، یا یہ کہے کہ ستر نبیوں کا سا ثواب پائے گا، یا اسی قسم کی بہت سی باتیں کرنا۔

(۱۱) راوی نے حدیث کے وضع کرنے کا خود اقرار کیا ہو جس طرح نوح بن ابی عصمہ کے ساتھ واقعہ پیش آیا ہے کہ اس نے قرآن کی ہر ایک سورت کی فضیلت میں حدیثیں گھڑیں اور انہیں رواج اور شہرت دی ہے جیسا کہ بیضاوی میں ہر سورت کے آخر میں اس فضائل کو بیان کیا گیا ہے جب نوح بن ابی عصمہ کو پکڑا گیا اور صحتِ سند کے بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ ان حدیثوں کے وضع کرنے سے میری نیت خیر کی تھی کیونکہ میں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن کو چھوڑ کر لوگ تاریخ، تفسیر اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں مشغول ہیں تو لوگوں کو ترغیب دینے کی غرض سے میں نے ان حدیثوں کو گھڑا تا کہ علومِ قرآن کی طرف ان کا رجحان بڑھے اور ثواب کے اعتقاد سے تلاوتِ قرآن اور اس کے درس میں مشغول ہوں۔ حالانکہ اس کا یہ عذر گناہ سے بھی بدتر تھا، کیونکہ فضائلِ قرآن میں جو صحیح حدیثیں وارد ہیں ترغیب کے لئے وہی کافی ہیں۔ اسی طرح تمباکو، حقہ اور قہوہ کے متعلق بہت

سے حدیثیں گھڑی گئیں ہیں، جن کے الفاظ اور معنی کے رکاکت
ظاہر اور واضح ہے حدیثیں وضع کرنے والے کچھ کم نہیں ہوئے ہیں
اور اسی طرح ان کی اغراض بھی مختلف تھیں مثلاً زندیقیوں کا فرقہ،
ان کے پیش نظر محض شریعت کو باطل قرار دینا اور اس کا مذاق اڑانا
تھا، چنانچہ ابن الراوندی نے یہ حدیث گھڑی تھی، الباذنجان لما اکل
لہ، یعنی بیگن سے غرض یہ ہے کہ اس کو کھایا جائے۔

اور اس سے اس کی غرض محض شریعت کا مذاق اڑانا تھا
اور دراصل اس حدیث پر تعریض کرنا ہے، القرآن لما قری ءلہ و ماء
زمزم لما شرب لہٗ، قرآن اسی لئے ہے کہ اس کو پڑھا جائے اور آب
زمزم اسی لئے ہے کہ اس کو پیا جائے۔

اہلِ علم نے کہا ہے کہ زندیقیوں کی چودہ ہزار حدیثیں
مشہور ہو چکی ہیں، یہ اہلِ بدعت اور خواہشات کے بندے محض
اپنے مذہب کی نصرت او مخالف کے مذہب پر طعن کرنے کے
لئے اس عمل کے مرتکب ہوئے ہیں اور رافضی، ناصبی اور کرامیہ تو
اس عمل میں سب پر سبقت لے گئے ہیں، خارجی معتزلہ اور زیدیہ تو
پھر بھی اس امر قبیح کے اس قدر مرتکب نہیں ہوئے ہیں۔ اہل علم کی
ایک جماعت جو علم حدیث سے مس نہیں رکھتی، اس نے جب یہ
دیکھا کہ محدثین کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی
بڑی تعظیم کی جاتی ہے تو چاہا کہ خود بھی محدث بن بیٹھیں اس لئے یہ
نازیبا اور ناشائستہ عمل اختیار کیا۔ جیسے ابوالبختری، وہب بن وہب،
سلیمان بن عمرو النخعی، حسین بن علوان اور اسحاق بن نجیح وغیرہ اور
اس جماعت کے بیشتر علماء وعظ ونصیحت میں مشغول رہے۔

فائدہ:

ایک اور فقیہہ جو زہد وعبادت اور دیانت میں مشہور تھا،
انہوں نے خواب میں یا کسی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے یا ائمہ
اظہار سے کوئی بات سنی تو انہوں نے اپنے خواب یا معاملہ پر یقین
اور اعتماد کرتے ہوئے اس بات کو بہم روایت کر دیا اور لوگوں نے یہ
سمجھا کہ یہ واقعی حدیث ہے جو ان راویوں پر ان تک پہنچی ہے، چنانچہ
ابوعبدالرحمن سلمی اور دوسرے صوفیوں کو جو حدیث کا ذوق نہ رکھتے
تھے، اسی عیب سے متہم کیا گیا ہے اور ان کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا
ہے۔ لیکن یہ حکم تمام صوفیہ پر لاگو کرنا خوارج کا طریقہ ہے۔

فائدہ:

دوسرا ایک اور فرقہ خلفاء، ملوک اور امراء کے ان
مصاحبین کا ہے جنہوں نے محض ان کی دلجوئی کے لئے حدیثیں
گھڑیں اور دین کو دنیا کے بدلے بیچا۔

فائدہ:

ایک اور فرقہ نے بغیر ارادہ بھی حدیثیں وضع کی ہیں،
جس کی صورت یہ ہوئی کہ انہوں نے جہالت اور توہم کی وجہ سے کسی
صاحب تجربہ شخص یا صوفی یا حکمائے سابقین میں سے کسی حکیم کا کوئی
کلام سنا اور اس کو بر بنائے جہالت یہ سمجھ کر بطور حدیث نبوی مشہور
کر دیا کہ یہ بات پیغمبر علیہ السلام کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اس
فرقہ کی کوئی حد و نہایت نہیں، اکثر عوام اسی مرض میں مبتلا ہیں اور
اللہ عزوجل ہی توفیق دینے والا اور خرابیوں سے بچانے والا
ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی ثابت کردہ بے اصل روایت:

اس کی تفصیل ملاحظہ ہوں:

(۱) مسئلہ: ایک واعظ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول

کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہیں۔ آپ (رسول اللہ ﷺ) نے دریافت فرمایا! کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میری مجال نہیں کہ پردہ اٹھا سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کے پردہ اٹھا کر دیکھنا، حضرت جبریل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور پرنور ﷺ جلوہ فرما ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرمار ہے کہ میرے بندے کو ہدایت کرنا، یہ روایت کہاں تک صحیح۔ اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت داخل ہے۔؟

الجواب: یہ روایت محض جھوٹ اور کذب و افتراء ہے اور اس کا یوں بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ ہے اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (قانونِ شریعت ص ۲۱-۲۲)

(۲) عرض: یہ صحیح ہے کہ شبِ معراج مبارک جب حضور اقدس ﷺ عرش بریں پر پہنچے، نعلین پاک اتارنا چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وادی ایمن میں نعلین شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا۔ فوراً غیب سے ندا آئی، اے حبیب تمہارے مع نعلین شریف رونق افروز ہونے سے عرش کی زینت وعزت زیادہ ہوگی۔

ارشاد: یہ روایت محض باطل موضوع ہے۔ (الملفوظ جلد ۲، ص ۹۲)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے روایت کو موضوع بتایا ہے، یہ کیسے کہا جاتا ہے کہ آپ مع نعلین برعرش کے قائل نہیں۔ روایت کا موضوع ہونا اور بات ہے اور نفس مسئلہ شے دیگر۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت مع نعلین برعرش کے منکر نہیں۔ تفصیل فقیر نے رسالہ ''عرشیہ'' میں عرض کردی۔ (اویسی غفرلہٗ)

(۳) عرض: شبِ معراج جب براق حاضر کیا گیا، حضور آبدیدہ ہوئے۔ حضرت جبریل نے سبب پوچھا، فرمایا! آج جب براق پر جارہا ہوں کل قیامت کے دن میری امت برہنہ پا پل صراط کی راہ طے کرے گی۔ یہ تقاضائے محبت وشفقت امت کے موافق نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا یوں ہی ایک ایک براق بروزِ حشر تمہارے ہر امتی کی قبر پر بھیجیں گے۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد: بالکل بے اصل ہے، ایسی ہی اور بہت سے روایات بالکل بے اصل و بیہودہ ہیں کیا کہا جائے۔ (الملفوظ جلد ۲، ص ۹۲)

(۴) مسئلہ: مولیٰ علی نے لال کافر کو مارا اور وہ بھاگا اور ہنوز زندہ ہے، آیا اس کی خبر حدیث سے ہے اور کب تک زندہ رہے گا اور پھر ایمان لائے گا یا نہیں؟

الجواب: یہ بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(احکام شریعت، ج ۲، ص ۸، ۱ شبیر برادرز، لاہور)

(۵) مسئلہ: داستانِ امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے یہ عمرو کون ہیں اور ان کی نسبت اس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟

الجواب: سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔ فیضی بے بیض نے جب داستان حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گڑھی اس میں جہاں صدہا کارِ ناشائستہ اور اطوارِ نابائستہ مثلاً مہر نگار دختر نوشیرواں پر فریفتہ ہوکر راتوں کو اس کے محل پر کمند ڈال کر جانا اور معاذ اللہ صحبتیں گرم رکھنا، عمِ مکرم حضور پرنور سید عالم ﷺ اسد اللہ واسدِ رسول سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کئے یوں ہی ہزارہا شہدپن اور مسخرگی کی بیہودہ جتن ان صحابی جلیل رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کردیئے اور انہیں معاذ اللہ عیار و دزد طرار کے لقب

دے کر بحیلہ داستان جاہل بیچارے تبرائی بنائے۔ یہ اس مردک کی ناپاک بیباکی اور بیباک ناپاکی اور خدا اور رسول پر سخت جرأت تھی۔ مسلمانوں کو ان شیطانی قصوں خصوصاً ان ناپاک لفظوں سے احتراز لازم ہے۔(احکام شریعت جلد ۳ صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

(۶) سوال: اب ایک حکایت نقل کرتا ہوں۔ دلیل الاحسان مطبع مصطفائی لاہور، تصنیف مولوی معنوی میاں عبداللہ متوطن ملتان صفحہ نمبر ۶۔

نقل است کہ روزے پیغمبر ﷺ در مسجد مدینہ منورہ نشستہ بودند و با تمامی اصحابانِ صغار و کبار وعظ و حدیث شریف بیان می فرمودند کہ وحی جبریل علیہ السلام درخدمت پیغمبر ﷺ درآمد۔ پیغمبر ﷺ از سبب بیان حدیث و وعظ بطرف وحی جبریل علیہ السلام التفات نہ کردہ بودند، از آن جبرئیل علیہ السلام دردل کو دوسوسہ و کدورت بسیار در خاطر کردند۔ گفت عجب است کہ کلام ربانی از جانب باری تعالیٰ بہ آنحضرت میرسانم الحال بمن التفات نکردند ہموں وقت حضرت راز روئے کشف باطنی معلوم و مفہوم شد کہ باخاطر جبرئیل علیہ السلام کدورت گذشت پس جبرئیل علیہ السلام رانزدخود طلبیدہ پرسید کہ اے اخی جبرئیل کلام ربانی از کدام مقام بگوش میرسید گفت یا رسول اللہ ﷺ بالائے عرش یک قبہ نور است بمثل حجرہ، دراں جا یک سوراخ است، از آنجا بگوش من آوازی رسد۔ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمود باز نزد آں قبہ بردازاں باخبر گرفتہ زود بمن برساں۔ لیکن اندرونِ قبہ درآمد چہ بیند کہ اندرونِ قبہ نور محمد ﷺ است، وحضرت خود نشستہ اند والحال مہتر جبرئیل علیہ السلام باز بہ جلد پرواز فرمودہ برزمین ورود نمود چہ کہ رسولِ خدا ﷺ درہمون مکان باستایان در حدیث و وعظ مشغول اند۔ جبرئیل علیہ السلام از معائنہ ایں حال متعجب براند وحیران گشت و شرمناک شدہ گفت کہ اے خدایا ازمن خطا شدہ مارا معاف فرمائید۔

اب عرض یہ ہے کہ اس حکایت کی نقل اہلسنت و الجماعت کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ! جل وعلا و ﷺ، اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ عز جلالہ و علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ اس کے ظاہر سے عوام جہال کے خیال میں جو آئے وہ تو صاف صاف حضورِ اقدس ﷺ کو معاذ اللہ خدا کہنا ہے۔ اس کے کفرِ صریح ہونے میں شک کیا ہے۔

حضورِ اقدس ﷺ نے ہزاروں طرح جس کا انسداد فرمایا ہے۔ مسیح علیہ السلام کی امت ان کے کمالاتِ عالیہ دیکھ کر حد سے گزری اور ان کو خدا کا بیٹا کہہ کر کافر ہوئی۔ ہمارے حضور سید عالم ﷺ کے کمالاتِ اعلیٰ کے برابر کس کے کمالات ہو سکتے ہیں، جس کے کمالات میں سب حضور ہی کے کمالات کے پرتو وظلال ہیں۔ ''من رانی فقد رای الحق'' جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا، تو ان تجلیوں کے سامنے کون تھا جو ''ھذا ربی ھذا اکبر'' نہ بول اٹھتا؟ لہٰذا حضور اقدس بالمؤمنین رؤف رحیم (ﷺ) کی رحمت نے اپنی امت کے حفظ ایمان کے لئے ہر آن ہر ادا سے اپنی عبدیت اور اپنے رب عزوجل کی الوہیت ظاہر فرمادی۔ کلمہ شہادت میں رسولہ سے پہلے عبدہ رکھا کہ اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول۔

بالجملہ رسول اللہ ﷺ باعتبار حقیقت محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ جس طور پر ہم نے تقریر کی اس مرتبہ اور اس سے بدرجہا زائد کے لائق ہیں مگر یہ واقعہ غلط اور باطل ہے۔ بغیر رد کے اس کا بیان حرام ہے۔ (ملخصاً فتاویٰ افریقہ، ص ۴۰)